اٹھارہواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۲-۴؍ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸؍فروری - ۲؍مارچ ۲۰۰۹ء، جامعۃ الریحان، مدورائی، تاملناڈ

- ☆ قیدیوں کے حقوق
- ☆ تعلیمی قرض
- ☆ پلاسٹک سرجری
- ☆ خواتین کی ملازمت

سوالنامہ

قیدیوں کے حقوق

اسلام کی تمام تعلیمات اور شریعت اسلامی کے تمام احکام کی بنیاد عدل اور احسان پر ہے، اس میں دوستوں اور دشمنوں، اپنوں اور بیگانوں کے درمیان کوئی فرق روانہیں رکھا گیا ہے، اور ہر ایک کے لئے انصاف کا ایک ہی پیانہ مقرر کیا گیا ہے، اس وقت دنیا میں جو طبقات انصاف سے محروم ہیں اور ان کے ساتھ نہایت غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے، ان میں قیدی بھی ہیں، ہمارے ملک میں اور عالمی سطح پر بھی قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کی ایسی روح فرسا خبریں آتی ہیں، جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان حالات میں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ قیدیوں کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام کی منصفانہ تعلیمات پیش کی جائیں، چنانچہ اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات قابل توجہ ہیں:

۱- کیا کسی ملزم کو اس کے جرم کا ثبوت فراہم ہوئے بغیر قید کیا جاسکتا ہے اور اگر بطور احتیاط کے قید کیا جائے تو کیا اس کے لئے کوئی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟

۲- درج ذیل امور سے متعلق قیدیوں کو کیا حقوق حاصل ہیں؟

الف- مذہبی امور (عبادت کرنا، مذہبی کتابوں کا مطالعہ، دوسرے قیدیوں کے درمیان دعوت دین، اس کی مذہبی تعلیمات کے مطابق اس کے لئے غذا فراہم کرنا، وہ جس مذہب پر عقیدہ رکھتا ہے اس مذہب کی مقدس شخصیتوں اور کتابوں وغیرہ کی بے احترامی سے گریز)

ب- جسمانی ضروریات (مناسب غذا، صاف پانی، علاج، حفظان صحت کے لئے ورزش وتفریح، بیوی سے تعلق، ایسی تنگ جگہ میں قیدیوں کو رکھنے کا مسئلہ جہاں کھڑا ہونا یا پاؤں پھیلا کر لیٹنا، یا دیوار کے باہر کسی چیز کا دیکھنا ممکن نہیں)

ج- عام سماجی حقوق (اخبارات پڑھنے، ریڈیو سننے، فون پر احباب واقارب سے گفتگو کرنے، دوسرے قیدیوں سے ملاقات، تعلیم اور ہنر سیکھنا وغیرہ)

د- اخلاقی امور (مردوں اور عورتوں کو الگ قیدخانے، بالغوں اور نابالغوں کے لئے الگ قیدخانے وغیرہ مسائل)

۳- قیدیوں سے سچی بات اگلوانے کے لئے کس حد تک دھمکانے کی اجازت ہے؟ کیا اس مقصد کے لئے درج ذیل سزائیں دی جاسکتی ہیں:

الف- قیدیوں کو بے لباس کر دینا
ب- قیدیوں کو مار پیٹ کرنا
ج- انہیں الکٹرک شاٹ لگانا
د- قیدیوں پر کتے چھوڑنا
ھ- قیدیوں کو سخت ٹھنڈک میں برف کی سلوں پر ڈال دینا
و- انہیں مسلسل جگے رہنے پر مجبور کرنا اور اس کے لئے اس کی جائے رہائش میں تیز روشنی یا تیز آواز کا انتظام رکھنا۔

۴- کیا قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑا جاسکتا ہے یا انہیں ہتھکڑی پہنائی جاسکتی ہے، یا انہیں بیڑی ڈالی جاسکتی ہے؟

۵- کیا کسی مجرم کو اس کے خصوصی جرم کے پس منظر میں قید تنہائی دی جاسکتی ہے؟

٦- کیا جیل میں قیدیوں سے جبراً کام لیا جاسکتا ہے اور اگر کام لیا جائے تو کیا قیدی اس کام کی اجرت کے مستحق ہیں؟

۷- جن قیدیوں کا مقدمہ ابھی زیر سماعت ہے اور جن کے بارے میں سزائے قید کا فیصلہ ہو چکا ہے، قید خانوں میں سلوک کے اعتبار سے کیا ان دونوں میں فرق کیا جاسکتا ہے؟

۸- کیا زیر سماعت قیدیوں کو اتنے دنوں تک فیصلے سے پہلے قید میں رکھا جاسکتا ہے جو ان کے اوپر عائد فرد جرم کی اصل سزا ہے۔

۹- اگر ملزم کو قید میں رکھا گیا ہو اور بعد کو عدالت نے اسے بری قرار دیا تو کیا وہ زمانۂ قید میں ہونے والی ذہنی اذیت اور مالی ہرجانہ طلب کرسکتا ہے؟

۱۰- قیدی کو اپنے مقدمات کے سلسلہ میں وکیل سے رابطہ اور صفائی پیش کرنے کے کیا حقوق حاصل ہیں؟

۱۱- کیا خواتین قیدیوں کو اپنے ساتھ شیر خوار بچوں کو جیل میں رکھنے کا حق حاصل ہے؟

☆☆☆

سوال نامہ

تعلیمی قرض

اس میں شبہ نہیں کہ تعلیم کسی بھی قوم کی باعزت زندگی کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے، انفرادی طور پر بھی تعلیم ایک اہم ضرورت ہے اور اجتماعی حیثیت سے بھی، نیز اسلام میں دینی تعلیم تو مطلوب ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ ہر علم نافع کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اسلام نے اس کے حصول کی ترغیب دی ہے، بدقسمتی سے اس وقت سرمایہ دارانہ نظام کے غلبہ کی وجہ سے ''تعلیم'' خدمت کے بجائے ''تجارت'' بن گئی ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ملک کے باشندوں کے لئے تعلیم کی فراہمی اصل میں حکومت کی ذمہ داری تھی، لیکن حکومت اس ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کررہی ہے اور زیادہ تر پرائیوٹ ادارے کمرشیل بنیاد پر تعلیم کی سہولت فراہم کررہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس صورت حال نے تعلیم کو گراں کردیا ہے اور متوسط آمدنی کے لوگوں کے لئے ان اداروں تک رسائی دشوار ہوگئی ہے۔

ان حالات میں حکومت نے تعلیم کے لئے خصوصی قرض (Educational Loan) کا نظم کیا ہے، جس میں خاص تعلیمی مقصد کے لئے قرض دیا جاتا ہے، اور یہ قرض تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد قابل ادائیگی ہوتا ہے، اس قرض پر (جو نیشنلائز بینک کے واسطہ سے دیا جاتا ہے) عام قرضوں کے مقابلہ میں کافی کم شرح سود عائد کی جاتی ہے، حکومت کا دعوی ہے کہ یہ قرض —— جو طویل مدت کے لئے کم شرح سود پر دیا جاتا ہے —— اس کا مقصد سود حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ تعلیم میں تعاون کرنا ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱- جدید اعلی تعلیم کے حصول کے بارے میں شریعت کا نقطۂ نظر کیا ہے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟

۲- سرکاری بینک عام معمول کے برخلاف تعلیمی قرضوں میں کم شرح سود لیتے ہیں اور یہ قرض زیادہ مدت کے لئے دیا جاتا ہے، نیز حکومت کا ادعاء ہے کہ اس قرض کا مقصد نفع کمانا نہیں، تو کیا اس کم شرح سود کو سروس چارج (اجرت خدمت) پر محمول کیا جاسکتا ہے؟

۳- اگر ایک شخص اعلی تعلیم کے کسی شعبہ میں داخلہ کا اہل ہے، یا وہ بیرون ملک جا کر تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کے معاشی حالات اس کو برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہیں، تو کیا اس کے لئے اس قرض اسکیم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟

۴- اگر خود طالب علم کی معاشی حالت اس کی متحمل نہیں ہے، لیکن اس کے والد اس کی صلاحیت رکھتے ہیں تو کیا والد کے صاحب استطاعت ہونے کی وجہ سے اسے صاحب استطاعت سمجھا جائے گا، یا قرض کے جائز ہونے اور نہ ہونے کا تعلق طالب علم کے اپنے حالات سے ہوگا؟

۵- اگر طالب علم یا والد صاحب استطاعت ہوں، اس کے باوجود وہ فی الحال تعلیم میں اپنا پیسہ نہ لگانا چاہیں تو کیا ان کے لئے اس قرض اسکیم سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ

پلاسٹک سرجری

(آپریشن بغرض تجمیل ودفع عیب)

انسان کا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور ممکن حد تک اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے، حفاظت میں بیماریوں کا علاج بھی ہے، بیماری وہ بھی ہے جس سے انسان کے جسم کا کوئی ضروری فعل متاثر ہوجائے یا کسی عضو کی منفعت ختم یا کم ہوجائے اور یہ بھی بیماری میں داخل ہے کہ انسان دیکھنے میں کسی خاص وجہ سے بدہیئت نظر آئے، اس دوسری قسم کے علاج کی طرف بھی ہمیشہ سے لوگ توجہ دیتے آئے ہیں، کیونکہ اس سے اگرچہ انسان کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن اس سے جو ذہنی تکلیف پہنچتی ہے وہ جسمانی تکلیف سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

آج کل علاج کی ایک نئی صورت ''پلاسٹک سرجری'' کی دریافت ہوئی ہے، جس میں مریض کے جسم ہی سے کوئی حصہ لے کر اس کے دوسرے حصہ کو درست کیا جاتا ہے، اور اب یہ طریقۂ علاج بہت مقبول ہورہا ہے اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱- ایسا عیب جس سے انسان بدہیئت نظر آتا ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ عیب پیدائشی طور پر اس میں موجود ہو، لیکن یہ عام قانون فطرت کے خلاف ہو، جیسے ہونٹ کا کٹا ہوا ہونا، یا ناک کا ٹیڑھا ہونا یا ہاتھ یا پاؤں میں پانچ کے بجائے چھ انگلیوں کا ہونا وغیرہ، کیا اس عیب کو دور کرنے کے لئے آپریشن کرانا درست ہوگا؟

۲- بعض دفعہ پیدائشی طور پر تو کوئی عیب نہیں ہوتا؛ لیکن اس طرح کا عیب بعد میں کسی حادثہ کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے، کیا اس کے علاج کے لئے آپریشن کرانا درست ہوگا؟

۳- ایسا عیب جو فطری طور پر پیدا ہوتا ہے، جیسے عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے چہرہ پر جھریاں پیدا ہوجانا، یا کسی کی ناک کا پیدائشی طور پر زیادہ کھڑی نہ ہونا وغیرہ، اس نوعیت کے عیب کو دور کرنے کے لئے آپریشن کرانا جائز ہے یا نہیں؟

۴- کسی انسان کے جسم میں پائے جانے والے عیب کی وجہ سے اسی کے جسم کے کسی حصہ کا گوشت یا چمڑا یا ہڈی یا کوئی دوسرا جزء اسی کے جسم کے دوسرے حصہ میں لگایا جائے تاکہ وہ عیب دور ہوجائے یا کسی بیماری کے ازالہ کے لئے ایسا کیا جائے تو کیا یہ صورت جائز ہے؟

۵- جسمانی عیوب ونقائص کو دور کرنے کے لئے کسی طرح کی پلاسٹک سرجری وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

۶- کیا معمولی جسمانی کمی وبیشی کے لئے ایسے اقدامات مستحسن ہوں گے؟

۷- بعض دفعہ پلاسٹک سرجری اس مقصد سے ہوتی ہے کہ انسان کم عمر اور خوبصورت نظر آئے تاکہ اچھا رشتہ لگ سکے، کیا اس مقصد کے لئے پلاسٹک سرجری کی شریعت اجازت دیتی ہے؟

۸- کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مجرم اپنی شناخت نہ ہوپانے یا بعض مظلوم جنہیں کسی ظالم کی طرف سے شناخت کی صورت میں ظلم کا خطرہ ہوتا ہے اپنے کو چھپانے کے لئے پلاسٹک سرجری کراتے ہیں، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ

خواتین کی ملازمت

یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام نے خاندانی زندگی کے نظام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ مرد باہر کے کام کرے اور خواتین امور خانہ داری کو انجام دیں، یہ یقیناً فطری اصول ہے، جو مردوں کے لئے بھی رحمت ہے اور عورتوں کے لئے بھی، نیز اس میں خاندانی نظام کی بقا واستحکام ہے، تاہم اس میں بھی شبہ نہیں کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے شادی سے پہلے ولی اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت سے عورتوں کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عہد میں اس کی نظیریں ملتی ہیں۔

موجودہ دور میں مغرب میں خواتین کے کسب معاش میں آنے کا رجحان خاصا بڑھ گیا ہے، اور مادی ذہن وفکر کے غلبہ کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ کمانے کے جذبہ نے اس رجحان کو تقویت پہنچائی ہے، اب چونکہ ہندوستان میں بھی خواتین کی تعلیم کی طرف توجہ بڑھی ہے، بلکہ بہت سی ریاستوں میں امتحانات کے نتائج میں لڑکیاں لڑکوں سے فائق ہوتی ہیں، اور تعلیم انسان کے لئے ملازمت کے مواقع پیدا کرتی ہے، اس لئے خواتین میں ملازمت کا رجحان یہاں بھی بڑھ رہا ہے، برادران وطن میں تو اس کا رجحان ہے ہی، مسلمان خواتین بھی اب اس میدان میں آگے بڑھ رہی ہیں، اس کا سبب جہاں زیادہ سے زیادہ کمانے کا جذبہ ہے، وہیں مسلمانوں کی معاشی پسماندگی اور بڑھتی ہوئی ضروریات بھی ایک سبب ہے، خاص کر جب کوئی عورت بیوہ یا مطلّقہ ہو یا اس کا شوہر بے روزگار اور کاہل ہو تو اس وقت آبرومندانہ زندگی گذارنے کے لئے عورت خود کسب معاش پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات ابھرتے ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے:

۱- شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

۲- کیا شریعت نے خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے؟ (خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا)

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے اور چلتا ہے۔

۴- خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے میں کیا اس وقت بھی جبکہ وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا؟

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو کیا اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی؟ گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، ان صورتوں میں حکم شرعی کے اعتبار سے کچھ فرق بھی ہوگا؟

۶- خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود کیا ہیں؟

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے) جہاں خواتین ہی خدمت انجام

دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے کیا احکام ہوں گے؟

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کی کیا حدود ہوں گی؟ اس سلسلہ میں کیا سن رسیدہ خواتین اور جوان عورتوں کے درمیان فرق ہوگا؟

۹- کیا اس کا بھی فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے مثلاً دوکان میں سیلز مین اور آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں فرق ہوسکتا ہے؟

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

تجاویز:

''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' برصغیر کا ایک ایسا معتبر علمی وفقہی ادارہ ہے، جس کو نہ صرف ہندوستان؛ بلکہ پوری دنیا میں عزت ووقعت اور توقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اکیڈمی عصر حاضر میں پیدا ہونے والے شرعی وفقہی مسائل کو اجتماعی طور پر حل کرنے کے لئے ہر سال فقہی سمینار منعقد کرتی ہے، ان سمیناروں میں کشمیر وآسام سے لے کر کیرالہ اور کنیا کماری تک کے اصحاب افتاء کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے، جو مختلف اہم تعلیم گاہوں اور فقہی مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں، اب تک اس کے سترہ سمینار منعقد ہو چکے ہیں، جن میں ۱۷۵/ موضوعات سے جڑے ہوئے چارسو سے زیادہ مسائل پر علماء نے متفقہ طور پر فیصلے کئے ہیں۔

اکیڈمی کا اٹھارہواں فقہی سمینار مؤرخہ ۲-۴/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸/فروری تا ۲/مارچ ۲۰۰۹ء کو ریاست تملناڈو کے مشہور تجارتی شہر مدورائی میں ''جامعۃ الریحان'' کے زیر اہتمام منعقد ہوا، جس میں پورے ملک سے تقریباً ڈھائی سو علماء ومفتیان کرام نے شرکت کی، ان کے علاوہ متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین اور سری لنکا سے بھی ممتاز علماء شریک ہوئے، اس سمینار میں موجودہ عالمی اور سماجی حالات وضرورتوں کے پس منظر میں چار موضوعات پر بحث ہوئی اور باتفاق رائے تجاویز منظور کی گئیں، یہ تجاویز حسب ذیل ہیں:

۱-قیدیوں کے حقوق:

عصر حاضر میں بیرون ملک میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات جس کثرت سے پیش آرہے ہیں، وہ ہر انسان دوست اور انصاف پسند شخص کے لئے لمحۂ فکریہ ہے، اس تناظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ سمینار اسلامی واخلاقی نقطۂ نظر کو واضح کرتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

۱- کوئی شخص جرم کا مرتکب ہو تب بھی اس کے انسان ہونے کی حیثیت باقی رہتی ہے، اسے اس کے جرم کی سزا ضرور ملنی چاہئے؛ لیکن وہ انسانی توقیر واحترام کے حق سے محروم نہیں ہوجاتا۔

۲- اگر کسی شخص پر جرم کا الزام ہو، تو جب تک وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ نہیں جائے، اس کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ اس کے ساتھ مجرموں کا سا سلوک کیا جاسکتا ہے۔

۳- کسی الزام کی بنیاد پر قید کرنا جائز ہے؛ بشرطیکہ کسی قوی قرینہ سے ہی الزام کی تائید ہورہی ہو، یا ملزم پر شک کئے جانے کی واضح علامتیں موجود ہوں اور ایسی صورت میں قید کی مدت عدالت کی صوابدید پر ہے؛ لیکن یہ مدت اتنی طویل نہ ہونی چاہئے، جو کسی ثابت شدہ جرم پر دی جاتی ہے۔

۴- قیدیوں کے اہم حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

الف- بلاتفریق مذہب جملہ قیدیوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت وعمل کی آزادی حاصل ہوگی، نیز اس کی مذہبی تعلیمات کے مطابق اس کے لئے غذا فراہم کی جائے گی، اور وہ جس مذہب پر عقیدہ رکھتا ہے اس مذہب کی مقدس شخصیتوں اور کتابوں وغیرہ کی بے احترامی سے گریز کیا جائے گا۔

ب- قیدیوں کو جسمانی ضروریات، مثلاً: مناسب غذا، صاف پانی اور موسم کے لحاظ سے کپڑے، نیز علاج ومعالجہ کی سہولیات فراہم کی

جائیں گی، ان کو حفظان صحت کے لئے ورزش کی اجازت ہوگی، قیدیوں کو ایسی تنگ جگہ میں رکھنا درست نہیں جہاں ٹھیک سے کھڑا ہونا یا پاؤں پھیلا کر لیٹنا ممکن نہ ہو، یا ہوا اور روشنی کا مناسب نظم نہ ہو۔

ج- قیدیوں کو سماجی حقوق، مثلاً: تعلیم و ہنر سیکھنے، عام حالات میں دیگر قیدیوں سے ملاقات کرنے اور عزیز و اقارب سے رابطہ کرنے کے حقوق حاصل ہوں گے، جہاں تک ریڈیو اور ٹی وی کا تعلق ہے تو یہ عموماً تفریحی چیزوں کا حصہ ہوتی ہیں؛ لہٰذا اس کی اجازت دینا ضروری نہیں؛ البتہ اخبارات پڑھنے کی اجازت دینا حکومت کی صوابدید پر ہے۔

د- مردوں اور عورتوں کو الگ الگ قید خانوں میں رکھا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ عورتوں کے حصہ کی نگراں افسر بھی خاتون ہی ہو، زنانہ قید خانہ میں اندرونی دیکھ بھال کا کام بھی عورتیں ہی سنبھالیں، اور اسی طرح نابالغ اور بالغ قیدیوں کو بھی الگ الگ رکھا جائے۔

۵- قیدیوں سے سچی بات اگلوانے کے لئے قیدیوں کا نارکو الائسس کرنا، انہیں بے لباس کرنا، الکٹرک شاک لگانا، ان پر کتے چھوڑنا، ان کو برف کی سلوں پر ڈالنا، انہیں مسلسل جگے رہنے پر مجبور کرنا اور اس کے لئے ان کی جائے رہائش میں تیز روشنی کرنا یا تیز آواز سنانا یہ تمام امور ناجائز، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہیں، اسی طرح ایسی سزائیں بھی جن سے کسی عضو کو نقصان پہنچے، یا اس کے تلف ہوجانے کا اندیشہ ہو یا ذہنی و دماغی صحت متاثر ہونے کا خطرہ ہو، حرام ہیں۔

۶- قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑنا، ہتھکڑی پہنانا یا بیڑی ڈالنا شرعاً ناجائز ہے؛ البتہ اگر قیدی خطرناک اور عادی مجرم ہو، جس کے فرار ہونے کا یا خود کو یا دوسروں کو نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہو تو اس کو قابو میں رکھنے کے لئے قانون کی حدود میں مناسب تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔

۷- اگر مصلحت متقاضی ہو تو مجرم کو اتنے دنوں کی قید تنہائی دی جاسکتی ہے، جس کی میڈیکل آفیسر اجازت دے، اور یہ اتنی طویل نہ ہو کہ قیدی ذہنی مریض ہوجائے۔

۸- جبری کام لیا جانا اگر سزا کا حصہ ہو تو بطور تعزیر قیدی سے اس کے حسب طاقت جبری کام لیا جاسکتا ہے اور اس صورت میں شرعاً وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا؛ البتہ حکومت اپنے قانون کے تحت اجرت دے تو یہ اس کے لئے حلال ہوگی، بصورت دیگر وہ اجرت کا مستحق ہوگا۔

۹- زیر سماعت قیدیوں کو اصولی طور پر بے قصور تصور کیا جائے، ایسے قیدی مجرم نہیں؛ بلکہ ملزم ہوتے ہیں، ان کے ساتھ مجرموں جیسا رویہ ہرگز نہ اختیار کیا جائے؛ لہٰذا ان سے جبری کام لینا درست نہیں اور دیگر قیدیوں کے مقابلہ میں ان کے ساتھ اچھا سلوک ضروری ہے۔

۱۰- زیر سماعت قیدیوں کو سماعت سے پہلے اتنے دنوں تک قید میں رکھنا جو ان کے اوپر عائد فرد جرم کی اصل سزا کے برابر ہے، درست نہیں، نیز فیصلے یا تحقیق حال میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے کہ دورانِ مقدمہ قید کی مدت سزا کی مدت سے لمبی ہوجائے، اور اگر ایسا ہو تو اسے فوراً رہا کردیا جائے۔

۱۱- بے قصور قیدی کو زمانہ قید میں ہونے والی ذہنی اذیت کا مالی ہرجانہ دینا واجب ہے۔

۱۲- قیدی کو مقدمات کے سلسلہ میں وکیل سے رابطہ کرنے، اپنے عزیز و اقارب سے مشورہ کرنے اور اپنی صفائی پیش کرنے کے سارے

حقوق حاصل ہوں گے۔

۱۳- خواتین قیدیوں کو اپنے ساتھ شیر خوار بچوں کو جیل میں رکھنے کی اجازت ہوگی۔

۱۴- اجلاس نے محسوس کیا کہ ملک میں قید خانوں اور قیدیوں کے تعلق سے جو قوانین اور قواعد نافذ ہیں، ان میں اکثر ان امور کا لحاظ رکھا گیا ہے، جو اسلامی نقطۂ نظر سے اوپر بیان کئے گئے ہیں؛ تاہم عملاً ان کو بہت کم نافذ کیا جاتا ہے؛ اس لئے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مذکورہ تمام حقوق قیدیوں کو عملی طور پر دیئے جائیں۔

۱۵- اجلاس میں اس احساس کا بھی اظہار ہوا کہ عام طور پر کسی ٹھوس شہادت کے بغیر قانون اور سپریم کورٹ کی ہدایات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے شہریوں کو گرفتار کیا جاتا ہے، گذشتہ چند سالوں میں مسلم نوجوانوں کی اس طرح گرفتاری کے متعدد واقعات ہو چکے ہیں، جنہیں گرفتار کرنے کے بعد اذیت پہنچائی جاتی ہے، ٹارچر کیا جاتا ہے، کئی دنوں تک اپنی تحویل میں رکھنے کے بعد پولیس ان کی گرفتاری درج کرتی ہے اور عدالت میں پیش کرتی ہے، پولیس اور نفاذ قانون کے اداروں کے اس رویہ اور حکومت کی چشم پوشی کے نتیجے میں ملک میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور ملک کی جمہوریت داغدار ہو رہی ہے؛ اس لئے یہ اجلاس مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پولیس کو قانون وقواعد اور سپریم کورٹ کی ہدایات کا پابند بنائے، اس کی خلاف ورزی کرنے والے عہدہ داروں کے خلاف عبرتناک کارروائی کرے اور سخت ہدایات جاری کی جائیں کہ قوی اور ٹھوس بنیاد کے بغیر کسی کو گرفتار نہ کیا جائے اور تعذیب اور ٹارچر کا طریقہ بالکل ختم کردیا جائے۔

۱۶- اجلاس کا یہ بھی احساس ہے کہ امریکہ اور بعض یورپی ممالک نے دہشت گردی کا بہانہ بنا کر مختلف مقامات پر جو عقوبت خانے بنائے ہیں اور جن میں وحشیانہ طریقہ پر ایذاء پہنچائی جاتی ہے، یہ بین الاقوامی میثاقات اور اصولوں کی کھلی خلاف ورزی اور انسانیت سوز حرکت ہے، جس کا نوٹس اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں اور حقوق انسانی وشہری آزادیوں کی بین الاقوامی انجمنوں کو لینا چاہئے۔ ہم ان سب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان عقوبت خانوں اور ان میں روا رکھے جانے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کریں، عالمی ادارے ان ممالک کے خلاف تہدیدات عائد کریں اور انہیں بین الاقوامی قوانین پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں۔

۱۷- سمینار اس صورت حال پر گہری تشویش ظاہر کرتا ہے کہ ملک کے بعض علاقوں میں بار کونسلیں اور وکلاء ان لوگوں کا مقدمہ لینے سے انکار کر رہے ہیں جن کے خلاف دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے؛ حالاں کہ قانونی دفاع ہر شخص کا حق ہے، اور یہ ایک مسلمہ عالمی قانون ہے کہ ملزم کو مجرم کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، نہ ملک کا قانون اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ یہ اخلاقی وانسانی تقاضوں کے مطابق ہے، وکلاء اور یہ ادارے انصاف قائم کرنے کے لئے ہیں، ان کا ایسی غیر منصفانہ حرکتوں کا مرتکب ہونا نہایت افسوسناک ہے؛ اس لئے سمینار وکلاء برادری اور بار کونسلوں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایسے غیر قانونی رویہ سے گریز کریں، اور حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کا سدّ باب کرے۔

۲- تعلیمی قرض:

تعلیم انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور ہر علم نافع کی اسلام نے حوصلہ افزائی کی ہے، اس ضرورت کی تکمیل کے لئے فرد، سماج اور حکومت تینوں کو اپنا کردار ادا کرنا ضروری ہے، اس پس منظر میں یہ سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

ہمارے ملک میں تعلیم اتنی مہنگی ہوچکی ہے کہ ملک کے غریب شہریوں خاص کر مسلمانوں کی اکثریت کے لئے معاشی پسماندگی کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کا حصول مشکل ترین امر بن گیا ہے، یہ ملک مختلف مذہبوں، زبانوں اور تہذیبوں کا گلدستہ ہے، اس میں کسی ایک طبقہ کا پچھڑ جانا یقیناً قومی ترقی کے لئے نقصاندہ ہے؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے میں اپنا مؤثر رول ادا کرے، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مسلمانوں کو بلاسودی قرض فراہم کرے، نیز تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمان بچوں کو معقول اسکالرشپ فراہم کرے اور اس کے حصول کی شرائط کو آسان کرے۔

یہ اجلاس مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے کہ:

۱- ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کو اولین ترجیح دیں اور اپنی آمدنی کا معقول حصہ ان کی تعلیم وتربیت پر صرف کریں۔

۲- مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی نئی نسل کی تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر ملکی، ریاستی اور علاقائی سطح پر اطلاعاتی ادارہ، انجمن، سنٹر قائم کریں، جو ملک اور بیرون ملک میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع اور حکومت کی تعلیمی امدادی اسکیموں سے نئی نسل کو واقف کرائیں۔

۳- مختلف علوم اور کورسوں کے لئے اسکالرشپ فراہم کرنے والے اداروں، تنظیموں کے مابین رابطہ اور تعاون واطلاعات کے تبادلہ کا نظم قائم ہو؛ تاکہ طالب علموں کو اسکالرشپ کے حصول میں سہولت ہو۔

۴- ریاستی اور علاقائی سطح پر ایسے تعلیمی فنڈز قائم کریں، جن سے ہونہار اور ضرورتمند بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مدد کی جاسکے۔

۵- عصری علوم کے ماہرین خصوصاً ریٹائرڈ اور پروفیشنل حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی معلومات اور تجربات سے نئی نسل کی مؤثر رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

۶- علماء اور اصحاب ثروت کو چاہئے کہ وہ ان حضرات کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کی منظّم کوشش کریں۔

۷- مسلمانوں کے عصری تعلیمی ادارے اخراجات میں ایسی سہولتیں فراہم کریں کہ ضرورتمند و باصلاحیت طلبہ ان سے بآسانی فائدہ اٹھاسکیں، بالخصوص ڈونیشن کے بھاری اور غیر شرعی بوجھ سے مسلمان طلبہ وطالبات کو آزاد کریں، کہ یہ نہ صرف غیر اسلامی؛ بلکہ غیر انسانی طرز عمل بھی ہے۔

یہ اجلاس مسلمان طلبہ وطالبات کو تلقین کرتا ہے کہ:

۱- علم مؤمن کی متاع گم گشتہ ہے؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ پروفیشنل علوم کو انسانی خدمت کے جذبہ سے حاصل کریں۔

۲- مسلمان طلبہ وطالبات کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی دینی پہچان کے ساتھ محنت اور تعلیمی مسابقت کو اپنا شعار بنائیں۔

۳- اپنے تعلیمی اخراجات کی تکمیل کے لئے حسب ضرورت اسکالرشپ اور غیر سودی قرض حاصل کرنے اور اپنی تعلیم مکمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۴- جس طرح سود کا لینا حرام ہے، اسی طرح شریعت نے سودی قرض لینے اور سود ادا کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے؛ اس لئے بنیادی طور پر تعلیم کے لئے سودی قرض حاصل کرنا جائز نہیں؛ البتہ اگر کسی کے پاس مالی گنجائش نہ ہو، غیر سودی قرض نہ مل پائے اور اس کے مطلوبہ تعلیم سے محروم رہ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے طلبہ کو چاہئے کہ کسی معتبر مفتی کے سامنے اپنے حالات رکھ کر ان کے مشورہ پر عمل کریں۔

۳-پلاسٹک سرجری:

۱- جسمانی عیب دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز ہے، اور عیب سے مراد جسم میں پائی جانے والی ایسی صورت ہے، جو معروف و معتاد اور عمومی تخلیقی کیفیت سے مختلف ہو، چاہے پیدائشی عیب ہو یا بعد میں پیدا ہو جائے۔

۲- جسمانی تکلیف کے ازالہ کے لئے اگر ڈاکٹر کا مشورہ ہو، پلاسٹک سرجری جائز ہے۔

۳- درازی عمر کی وجہ سے طبعی طور پر انسان کی ظاہری حیثیت میں جو تغیر آتا ہے، جیسے جھریوں کا پیدا ہو جانا وغیرہ، ان کو ختم کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں۔

۴- ناک اور دوسرے اعضاء، خلقی طور پر کم خوبصورت اور غیر متناسب ہوں؛ مگر انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرہ سے باہر نہ ہوں تو زینت اور محض خوبصورتی کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں۔

۵- اپنی شناخت چھپانے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں، سوائے اس کے کہ مظلوم کو ظالم سے بچنے کے لئے ایسا کرنا پڑے۔

۴-خواتین کی ملازمت:

۱- یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے؛ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے مردوں و عورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں -جن میں کسبِ معاش کی تگ و دو بھی داخل ہے- مردوں سے متعلق ہوں گی اور گھر کے اندر کے امور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اسلئے کسب معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلا ضرورت آزادی و ترقی کے نام پر کسبِ معاش پر مجبور کر دینا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش و نگہداشت اور امور خانہ داری وغیرہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیں اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔

۲- عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان کے لئے کسب معاش مباح ہے۔

۳- شریعت نے اصولی طور پر خواتین پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ البتہ بعض حالات میں ان پر نفقہ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

۴- شرعی حدود و شرائط کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے عورت کے لئے معاشی جدو جہد جائز ہے۔

۵- عورت کے اندرون خانہ کسب معاش کے لئے کوئی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے؛ بشرطیکہ اس سے شوہر اور بچوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

۶-الف- شوہر یا ولی اگر عورت کی کفالت کر رہے ہوں، تو ہر عورت کے لئے کسبِ معاش کی غرض سے گھر سے باہر جانے کے لئے ان کی اجازت ضروری ہے، خواہ وہ جگہ مسافت سفر سے کم ہو یا اس سے زیادہ۔

ب- رات میں کسب معاش کی خاطر عورت کے باہر نکلنے کے لئے شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۷- خواتین کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

الف- ولی یا شوہر کی اجازت شامل ہو، سوائے اس کے کہ ولی یا شوہر نفقہ نہ دیتا ہو اور اس کے لئے خود کسب معاش کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔

ب- شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔

ج- لباس مردوں کے لئے باعث کشش نہ ہو۔

د- خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔

ھ- مردوں سے اختلاط بالکل نہ ہو۔

و- اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔

ز- شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔

۸- ملازمت کرنے والی خواتین ایسے اداروں میں کام کریں، جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں؛ لیکن ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں، تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ادارہ کا کوئی مرد تنہائی میں کسی خاتون کارکن سے بات نہ کرے، اگر ذمہ دار مردوں کے ساتھ تبادلہ خیال کی ضرورت ہو تو خواتین پردہ کے اہتمام کے ساتھ بیٹھیں، اپنی آواز میں لوچ سے پرہیز کریں، اسی طرح خواتین کارکن ذمہ دار مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا ماحول ہرگز نہ بنائیں۔

۹- جوان عورتوں کے لئے ایسے اداروں میں کام کرنا جائز نہیں، جہاں ان کے ساتھ مرد کارکن بھی شریک کار ہوں۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے اقارب سے دور تنہا مستقل قیام کرنا جائز نہیں، اگر کسی عورت کے ساتھ بہت مجبوری ہو تو پھر وہ مفتی سے رابطہ کر کے اپنی مشکل کا حل تلاش کر سکتی ہے۔

۱۱- سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کے لئے رات کی ڈیوٹی کو ممنوع قرار دیا جائے؛ کیوں کہ رات کے وقت ڈیوٹی کے لئے جائے ملازمت تک جانا یا جائے ملازمت پر قیام کرنا ان کی جان و ناموس کے تحفظ کے لئے خطرہ ہے اور یہ ہمارے ملک کے معاشرتی اقدار کے بھی مغائر ہے۔

۱۲- سمینار حکومت، تعلیمی ورفاہی اداروں اور خاص کر مسلمان انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے الگ درسگاہیں (اسکول، کالج، یونیورسٹی) اور خواتین کے لئے الگ ہسپتال، اسی طرح شعبہ ہائے زندگی میں عورتوں کے لئے علاحدہ کاؤنٹرز قائم کریں؛ تا کہ خواتین اور لڑکیاں پاکیزہ اخلاقی ماحول میں تعلیم وعلاج وغیرہ کی خدمات سے فائدہ اٹھا سکیں اور ضرورت مند خواتین کے لئے روزگار کے مواقع بھی بڑھیں۔

✧✧✧